قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ
الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 04 مارچ 2021ء | 19 رجب 1442 ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 54

فرمانِ رسول ﷺ

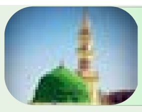

جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93) نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ جو مدینہ کے انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار تھے، ان کے کھجوروں کے باغات تھے جن میں سب سے عمدہ باغ ’’بیر حاء‘‘ نامی تھا جو حضرت طلحہؓ کو بہت پسند تھا اور مسجد نبوی کے بالکل سامنے اور قریب تھا۔ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت ابوطلحہ انصاریؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ باغ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ مَیں اسے اللہ کی راہ میں دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس نیکی کو قبول کرے گا اور میرے آخرت کے ذخیرے میں شامل کرے گا۔

(بخاری۔ کتاب الاشربۃ۔ باب استعذاب الماء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

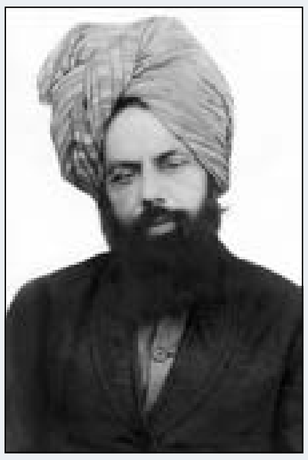

حقیقی نیکی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 358)

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

’’مال کے ساتھ محبت نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اُن چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جن سے تم پیار کرتے ہو۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ آجکل کے حالات کا مقابلہ کیا جاوے تو اِس زمانہ کی حالت پر افسوس آتا ہے۔ کیونکہ جان سے پیاری کوئی شے نہیں۔ اور اُس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ہی دینی پڑتی تھی۔ تمہاری طرح وہ بھی بیوی اور بچے رکھتے تھے۔ جان سب کو پیاری لگتی ہے۔ مگر وہ ہمیشہ اس بات پر حریص رہتے تھے کہ موقع ملے تو اللہ کی راہ میں جان قربان کر دیں۔‘‘

(کلمہ طیبہ صفحہ نمبر 14 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آل عمران آیت نمبر 93 صفحہ نمبر 177، 178)

خوش قسمت ہے وہ شخص جو خدا سے محبت کرے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبّت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبّت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اُس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بُلاتا ہے۔۔۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497تا498، ایڈیشن 1989ء)

ارشاد باری تعالیٰ

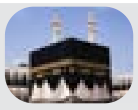

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ

(آل عمران: 93)

ترجمہ: تم کامل نیکی ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خدا کے لئے خرچ نہ کرو۔ اور جو کوئی بھی چیز تم خرچ کرو، اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا کیں اور قربانی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے اُن تبدیلیوں کو ہم نے اس زمانے میں جاری رکھنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہماری بچت اسی میں ہے کہ ہم اس کی راہ میں اپنا بہترین مال پیش کریں، اس کی رضا حاصل کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہوگا۔ یعنی تمہارے اپنے لئے بھی یہ بہتر ہے کیونکہ تم جو مال خرچ کرو گے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے سے راضی ہوگا، تمہیں مزید نیکیوں کی توفیق ملے گی۔ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد تم اپنے یا اپنے گھر پر یا اپنی اولاد پر جو خرچ کرو گے اس میں بھی برکت پڑے گی۔ تمہارے تھوڑے مال میں بھی خدا تعالیٰ اتنی برکت رکھ دے گا جو تم پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار کر رہی ہوگی۔ تمہارے بچوں میں اور ان کی تربیت میں بھی اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ غرض کہ یہ ایسی چیز ہے جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:10) اور جو لوگ اپنے دل کے بخل سے بچائے جاتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ پس اگر فلاح پانی ہے، کامیابی حاصل کرنی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے، اگر اپنے مالوں اور اولادوں میں برکت ڈالنی ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں کبھی کنجوسی اور بخل سے کام نہ لو۔ آج اس بخل سے بچنے کی احمدی کو سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

بقیہ صفحہ 4 پر

اس شمارہ میں

- اس کو سوچوں یا بھلاؤں، فیصلہ محفوظ ہے (منظوم)
- تعارف سورۃ ق (50ویں سورۃ)
- تعارف صحابہ کرامؓ
- صحابیاتؓ کا حیا سے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے

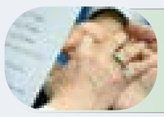

دربارِ خلافت

مہمان نوازی، خدمت کا جذبہ اور جوش اس وقت پیدا ہو گا جب تم دلوں میں محبت پیدا کرو گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

قرآن کریم نے ہمیں یہ سنہری اصول بتا دیا کہ یہ مہمان نوازی، خدمت کا جذبہ اور جوش اس وقت پیدا ہو گا جب تم دلوں میں محبت پیدا کرو گے۔ اور جب یہ محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی تو پھر تم اپنے آرام پر، اپنی ضروریات پر، اپنی خواہشات پر، ان دور سے آنے والوں کی ضروریات کو مقدم کرو گے اور ان کو فوقیت دو گے۔ اور اگر اس جذبے کے تحت خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم فلاح پا گئے، تم کامیاب ہو گئے۔ اور خاص طور پر ان مہمانوں کے لئے اپنے ان اعلیٰ جذبات کا اظہار کرو گے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں تو پھر تم یقیناً اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مستحق ٹھہرو گے۔ مہمان نوازی تو نبیوں اور نبیوں کے ماننے والوں کا ایک خاص شیوہ ہے۔ دیکھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مہمان نوازی کو دیکھتے ہوئے فوراً اس وقت آنے والوں سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کھانا کھاؤ گے کہ نہیں، ایک بچھڑا ذبح کر دیا اور حضرت خدیجہؓ نے بھی پہلی وحی کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھبراہٹ ہوئی تو اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ بھی حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ فکر نہ کریں خدا تعالیٰ آپؐ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ میں مہمان نوازی کا وصف بھی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔

پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں آپؐ کے اس اعلیٰ خلق کو اختیار کریں اور آپؐ کے عاشق صادق کے مہمانوں کی خدمت میں جلسے کے ان دنوں میں خاص طور پر کمر بستہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کے وارث بنیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایمان کی یہ نشانی بتائی ہے کہ سچا مومن وہی ہے جو اپنے مہمان کی مہمان نوازی کا حق ادا کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار)

تو اعلیٰ اخلاق بھی ایمان کی نشانی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی قسم کھائی ہے۔ ہم جو آپؐ کی امت میں شمار ہوتے ہیں ہم نے بھی انہیں قدموں کی پیروی کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح حکم ہے کہ تم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جو میرا پیارا رسول ہے، اس کے اُسوۂ حسنہ پر چلو۔ اور آپؐ نے ہمیں فرمایا کہ اگر میری پیروی کرنے والے شمار ہونا ہے تو ہمیشہ تمہارے منہ سے عزیزوں، رشتہ داروں، قریبیوں، تعلق داروں اور ہر ایک کے بارے میں خیر کے کلمات نکلنے چاہئیں۔ پھر پڑوسی کے ساتھ بھی عزت اور احترام کا سلوک ہے۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ ہمیں شک پڑتا تھا کہ جس طرح پڑوسی کے حقوق کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور ہمیں بتایا جاتا ہے کہ کہیں وہ ہمارے وارث ہی نہ ٹھہر جائیں، وراثت میں بھی ان کا حصہ نہ ہو۔ پھر اس میں مہمان کا احترام کرنا بھی بتایا ہے اور پھر جو مہمان ہیں وہ تو تمہارے قریب آ کر جب ساتھ رہنے لگ گئے تو ہمسائے بھی بن گئے اس لئے مہمان کا تو دوہرا حق ہو گیا کہ ایک مہمان اور دوسرے جب تک یہاں ہیں تمہارے ہمسائے بھی ہیں۔ اور ان کے بارے میں تمہارے منہ سے کوئی بھی ایسی بات نہیں نکلنی چاہئے جو ان لوگوں کی دل آزاری کا باعث بنے، کسی تکلیف کا باعث بنے۔

ایک روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو وفود آتے تھے آپؐ ان کی مہمان نوازی کا فرض صحابہؓ کے سپرد کر دیتے۔ ایک مرتبہ قبیلہ عبدالقیس کے مسلمانوں کا وفد حاضر ہوا تو آپؐ نے انصار کو ان کی مہمان نوازی کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ انصار ان لوگوں کو لے گئے۔ صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے میزبانوں نے تمہاری مدارات کیسی کی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! بڑے اچھے لوگ ہیں ہمارے لئے نرم بستر بچھائے، عمدہ کھانے کھلائے اور پھر رات بھر کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 431)

الحمد للہ کہ ہمارے ہاں جماعت میں بھی یہ نظارے دیکھنے میں آتے ہیں اور یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے یہ اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ربوہ میں بھی ہم نے یہی دیکھا بلکہ خود بھی اسی طرح کرتے رہے کہ مہمان جن سے کوئی خونی رشتہ بھی نہیں ہوتا بلکہ اکثر دفعہ سال کے سال ملاقات ہوتی ہے اور بعض دفعہ کئی سال کے بعد کیونکہ جماعتی نظام کے تحت جس کو جس گھر میں ٹھہرایا جائے اس نے وہیں ٹھہرنا ہوتا ہے اور اس لئے ضروری نہیں ہوتا کہ ہر مرتبہ ہر مہمان وہیں ٹھہرے، بعض دفعہ مہمان بدل بھی جاتے ہیں تو صرف اس لئے ان جلسے پہ آنے والے مہمانوں کو مہمان بنا کر گھروں میں رکھا جاتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں اور اسی لئے اپنے آرام کو ان کی خاطر قربان کیا جاتا ہے۔ مجھے امید ہے یہاں بھی آپ لوگ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے لئے اسی طرح حوصلہ دکھاتے رہے ہیں اور انشاء اللہ دکھاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ پہلے سے بھی بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کریں۔ اس دفعہ جب میں کینیڈا گیا ہوں تو بعض احمدی گھروں میں یہ دیکھ کر ربوہ کے جلسوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی کہ گھر والے نیچے ایک کمرے میں یا بیس منٹ (Basement) میں محدود ہو گئے ہیں اور گھر کے کمرے مہمانوں کو دے دیئے، ان مہمانوں کو جن کو جانتے بھی نہیں، کوئی خون کا رشتہ بھی نہیں لیکن ایک مضبوط رشتہ ہے، احمدیت کا رشتہ، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی اس رشتے کو قائم کیا ہوا ہے اور اس مضبوط رسی کو پکڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر ملک میں ہمیں یہ نظارے دکھائے۔

(خطبہ جمعہ 23/ جولائی 2004ء)

اس کو سوچوں یا بھلاؤں، فیصلہ محفوظ ہے

اس کو سوچوں یا بھلاؤں، فیصلہ محفوظ ہے
چھوڑ دوں یا پاس جاؤں، فیصلہ محفوظ ہے

بات کہنا بھی ضروری، خامشی بھی ٹھیک ہے
چپ رہوں یا گنگناؤں، فیصلہ محفوظ ہے

عشق کا ہے کھیل ساجن !! ہار میں بھی جیت ہے
جیت لوں یا ہار جاؤں، فیصلہ محفوظ ہے

شوخیوں میں بانکپن ہے، ضد کا بھی پکا ہے وہ
اس سے بگڑوں یا مناؤں، فیصلہ محفوظ ہے

نرم و نازک بازوؤں میں پھول کے گجرے رکھوں
یا ہری چوڑی سجاؤں، فیصلہ محفوظ ہے

اس کی آنکھوں میں نشہ ہے اور نشہ بھی خوب ہے
ان میں ڈوبوں، لڑکھڑاؤں، فیصلہ محفوظ ہے

میری غزلوں سے وہ اپنے حسن کو پرکھا کرے
سر کو پیٹوں، جھوم جاؤں، فیصلہ محفوظ ہے

حرف آخر، اس کو کیا کیا کہہ دیا میں نے فراز !!
فیصلہ یہ کب سناؤں، فیصلہ محفوظ ہے

ا ح فراز

ابو سلطان

تعارف سورۃ ق (50ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 46 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

جمہور مستند علماء نے اس سورت کا نزول ابتدائی مکی دور بتایا ہے۔ اس سورۃ کی وضع اور مضامین اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔ گزشتہ دو سورتوں میں اسلام کے شاندار اور روشن مستقبل کا ذکر ہوا ہے اور معاشرتی اور سیاسی مسائل کا جبکہ طاقت اور دولت ایک قوم کے ہاتھ آتے ہیں۔ موجودہ سورت کا آغاز حروف مقطعات میں سے ق سے کیا گیا ہے جس میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ خدائے قادر یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ کمزور اور غیرمنظم عربوں کو ایک طاقتور قوم بنادے اور یہ کہ وہ یقینی طور پر ایسا ہی کرے گا اور قرآن کریم کے ذریعہ اس مقصد کی تکمیل کرے گا۔

مضامین کا خلاصہ

یہ سورت ان سات سورتوں والے گروپ کی پہلی سورت ہے جو سورۃ الواقعہ پر ختم ہوتی ہیں۔ جملہ مکی سورتوں کی طرح اس میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن کریم وحی الٰہی ہے اور (سرزمین عرب کی) احیاء نو ایک یقینی سچائی ہے اور یہ کہ اسلام حتمی طور پر لازماً کامیاب ہوگا۔ یہ سورۃ قانون فطرت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور سابقہ انبیاء کی تاریخ بیان کرتی ہے جو اس حتمی نتیجہ (فتح اسلام) پر منتج ہوگا۔ یہ نہایت اہم موضوع احیاء نو سے شروع ہوتی ہے تا کہ اس نہایت اہم سچائی کو ثابت کیا جاسکے اور اس تجدید کے مضمون کو اس دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ ایسی قوم جو صدیوں روحانی طور پر مردہ رہی اب وقت آ گیا ہے کہ وہ قرآن کریم جو کلام الٰہی ہے، کے ذریعے سے ایک نئی زندگی حاصل کرے۔

اس سورت میں مزید بتایا گیا ہے کہ کفار اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں کہ ایک نذیر ان میں رونما ہو، جو انہیں یہ بتائے کہ وہ مرنے کے بعد جبکہ وہ مٹی ہو جائیں گے پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ نظام کائنات پر غور کریں اور ستاروں اور سیاروں کی خوبصورتی پر کہ کس طرح سے وہ مزین ہیں اور یہ کہ کس باقاعدگی اور ترتیب سے یہ سب نظام بغیر کسی سقم کے چل رہا ہے۔ اور زمین کی وسعت پر بھی غور کریں جو اپنے مکینوں کے لئے اضافی پھل اور خوراک مہیا کرتی ہے۔ اسی گہری غور و فکر کے بعد ہی وہ اس حقیقت کو جان سکتے ہیں کہ اس قدر پیچیدہ نظام کائنات کا خالق اور مالک ایسی طاقت اور حکمت رکھتا ہے کہ وہ انسان کی جسمانی موت کے بعد دوبارہ زندگی بخش سکتا ہے۔

پھر یہ سورت انسان کی وجہ تخلیق بیان کرتی ہے جو خدا کی بہترین تخلیق اور مخلوق ہے اور پھر انسان کا اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہونا اور اس کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سورت کا اختتام اس بیان پر ہوا ہے کہ کائنات اور انسان کی تخلیق جو اپنے نقطہ عروج پر ہے وہ خود ظاہر کرتی ہے کہ ایک حکیم خالق نے ایسی پیچیدہ کائنات کو بے مقصد پیدا نہیں کیا اور ضرور اس کے پیچھے ایک بڑا مقصد ہے۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرنے کے بعد ضرور زندگی ملے گی (اور انسان کو اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا)۔

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ، فَلَا تَكِلْنِیْ إِلٰى نَفْسِی طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

(ابو داؤد کتاب النَّوم بَاب مَا یَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ حدیث: 5090)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے سارے معاملات درست فرمادے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یہ سید و مولیٰ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی پریشانی اور بے قراری کے وقت کی دعا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ کو یہ دعا کرنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ دعا کرنے کی اہمیت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کرسکتی ہے اور مُردہ کو زندہ کرسکتی ہے۔ اس میں بڑی تاثیریں ہیں۔ جہاں تک قضاء و قدر کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دعا اس کو بچا لے گی۔‘‘

(الحکم 28فروری 1903 صفحہ 5-6)

ہوئے ہم تیرے اے قادر توانا
تیرے در کے ہوئے اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تیری درگہ پہ آنا
مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار وہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مریم رحمٰن

غلام مصباح بلوچ

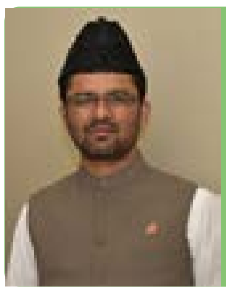

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت ملک عبدالعزیز صاحب رضی اللہ عنہ۔ آڑھا (بہار۔ انڈیا)

حضرت ملک عبدالعزیز صاحب رضی اللہ عنہ ولد حضرت ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب رضی اللہ عنہ آڑھا ضلع نوادہ (صوبہ بہار۔ انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ آپ اندازاً 1888ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب راولپنڈی میں ڈاکٹر تھے جہاں سے دونوں باپ بیٹا نے 1902ء میں قبول احمدیت کی توفیق پائی۔حضرت ملک عبدالعزیز صاحبؓ قبولِ احمدیت کے متعلق فرماتے ہیں:

”میرے والد ڈاکٹر الٰہی بخش مرحوم کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں ڈاکٹر تھے وہاں سے ان کی تبدیلی چترال ہوئی وہاں جانے کے لیے میرے والد راولپنڈی آئے یہاں انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکھرام کے متعلق مباہلہ کا اشتہار پڑھا اور چترال سے ان کی واپسی پر جب لیکھرام قتل ہوگیا تو ان کے دل نے گواہی دی کہ حضور علیہ السلام سچے مہدی ہیں اور اخبار و کتب قادیان سے منگوانے لگے اور دوسروں کو بھی سنانے لگے اور بعض کمزوریوں کی وجہ سے بیعت سے ہچکچاتے تھے آخر ایک احمدی سے ملاقات ہوئی اس نے کہا آپ بیعت کر لیں ان شاء اللہ کمزوریاں دور ہو جائیں گی اسی لیے تو حضرت آئے ہیں۔ میں اس وقت اَپر پرائمری میں پڑھتا تھا اور دل ہی دل میں ایک رغبت پیدا ہوگئی آخر 1902ء میں والد صاحب رخصت لے کر مکان آتے وقت قادیان شریف لے گئے اور میں نے اور انھوں نے اکٹھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی (فالحمد للہ علیٰ ذالک)۔“

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر 14صفحہ 253)

باپ بیٹا دونوں کی بیعت کا اندراج اخبار بدر میں موجود ہے:

ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب۔ راولپنڈی

عبد العزیز صاحب۔ راولپنڈی

(بدر 26/جون 1903ء صفحہ 184)

آپ کے والد حضرت ڈاکٹر الٰہی بخش صاحبؓ نے پنشن کے بعد قادیان میں باقی زندگی گزاری اور یہاں اپنی میڈیکل خدمات سر انجام دیں، خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی علالت کے دوران بہت خدمت کا موقع پایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک مرتبہ فرمایا:

”جب میں بیمار ہوگیا تھا تو اُن ایام میں ہمارے ڈاکٹروں نے میری بڑی خدمت کی۔ ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب رات کو بھی دباتے رہے، انھوں نے بہت ہی خدمت کی، میرا رونگٹا رونگٹا اُن کا احسان مند ہے۔“

(بدر 11/دسمبر 1913ء صفحہ 2)

حضرت ملک عبدالعزیز صاحبؓ کی بیان کردہ روایات رجسٹر روایات صحابہ نمبر 14 میں موجود ہیں جس میں آپ بیان کرتے ہیں کہ مڈل پاس کرنے کے بعد 1903ء تا 1905ء تک قادیان میں تعلیم پائی اور وہیں سے انٹرنس پاس کیا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا کلاس فیلو ہونے کا شرف حاصل تھا۔حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات کے روز آپ قادیان میں ہی تھے۔حضرت اقدس علیہ السلام جب سیر کو جاتے تھے تو بہت تیزی سے چلا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عید یا جلسہ سالانہ کے موقع پر جبکہ حضرت اقدسؑ نے احباب جماعت کو شرف مصافحہ بخشا تو آپ نے بھی مصافحہ کرنے اور ایک روپیہ نذرانہ دینے کا موقع پایا۔

(ملخص از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 14 صفحہ 253،254)

آپ کے بیٹے مکرم ضیاء الدین ملک صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ صوبہ بہار کے محکمہ تعلیم میں استاد تھے جہاں سے نومبر 1943ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ نہایت نیک اور مخلص تھے۔ نمازوں کے پابند، نماز جمعہ کا خاص اہتمام کرنے والے، روزوں کے پابند، تلاوت قرآن میں باقاعدگی رکھنے والے اور مالی قربانی کرنے والے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے گاؤں میں ہی رہے جہاں 29/جنوری 1951ء کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20/اپریل 1951ء کے آخر میں چند نماز جنازہ کے اعلانوں میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”ملک عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر فوت ہوگئے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور میرے ہم جماعت تھے، ہم اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔نہایت شریف اور نیک شخص تھے لیکن کانوں سے بہرے تھے۔ میں نے ابھی ذکرالٰہی کا ذکر کیا ہے،ان کو میں نے دیکھا ہے کہ یہ بچپن سے ہی ذکرِالٰہی کے عادی تھے اور نہایت مخلص احمدی تھے۔“

(خطبات محمود جلد 32 صفحہ 83)

آپ کی اہلیہ کا نام محترمہ سلمٰی خاتون تھا، اولاد میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹے محترم ضیاء الدین ملک صاحب ٹورنٹو، کینیڈا میں مقیم ہیں۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

ماننے کے بعد مالی قربانی کا زیادہ فہم اور ادراک حاصل ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مالی قربانی کرنے والوں کو کس طرح کامیاب فرماتا ہے؟ فرمایا کہ اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡہُ لَکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ (التغابن:18)۔ اگر اللہ کو قرضہ حسنہ دو گے تو وہ اُس کو تمہارے لئے بڑھادے گا اور تمہارے لئے بخشش کے سامان پیدا کرے گا اور اللہ بہت قدر دان اور ہر بات کو سمجھنے والا ہے۔ پس یہ مالی قربانی قرضہ حسنہ ہے۔ اللہ کو بظاہر مال کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کس طرح قدر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جو قربانی ہے کیونکہ یہ تم نے میری خاطر کی ہے۔ اس لئے مَیں اسے تمہیں واپس لوٹاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ سب قدر کرنے والوں سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس لئے اس کو کئی گنا بڑھا کر لوٹاتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ کرکے لوٹاتا ہے۔ تو یہ قرضہ حسنہ کیا ہے؟ یہ تو ایک تجارت ہے اور تجارت بھی ایسی جس میں سوائے فائدے کے کچھ ہے ہی نہیں۔ اس لئے کسی بھی قربانی کرنے والے کو کبھی یہ خیال نہ آئے کہ مَیں نے خدا پر کوئی احسان کیا ہے۔ اور صرف مالی لحاظ سے یا دنیاوی لحاظ سے ایسے قربانی کرنے والوں کے حالات اللہ تعالیٰ ٹھیک نہیں کرتا بلکہ فرمایا کہ تمہارے جو دنیاوی فائدے ہونے ہیں وہ تو ہونے ہیں، مَیں گناہ بھی بخش دوں گا۔ انسان گناہوں کا پتلا ہے ایک دن میں کئی کئی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، کئی کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ایک تو ان قربانیوں کی وجہ سے ان گناہوں سے بچے رہو گے، نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہوتی رہے گی۔ دوسرے جو غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوگئی ہیں، اللہ کی راہ میں قربانی کرکے ان کی بخشش کے سامان بھی پیدا کر رہے ہو گے۔ پس اس طرف توجہ کرو اور اللہ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

از: درثمین احمد جرمنی

صحابیاتؓ کا حیا سے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے

قسط دوئم

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں:

’’۔۔۔پھر فرمایا کہ زینت ظاہر نہ کرو۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جیسا عورتوں کو حکم ہے میک اپ وغیرہ کرکے باہر نہ پھریں۔ باقی قد کاٹھ، ہاتھ پیر، چلنا پھرنا، جب باہر نکلیں گے تو نظر آ ہی جائے گا۔ یہ زینت کے زمرے میں اس طرح نہیں آتے کیونکہ اسلام نے عورتوں کے لئے اس طرح کی قید نہیں رکھی۔ تو فرمایا کہ جو خود بخود ظاہر ہوتی ہو اس کے علاوہ۔ باقی چہرے کا پردہ ہونا چاہئے اور یہی اسلام کا حکم ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی ایک تشریح یہ فرمائی تھی کہ ماتھے سے لے کر ناک تک کا پردہ ہو۔ پھر چادر سامنے گردن سے نیچے آ رہی ہو۔ اس طرح بال بھی نظر نہیں آنے چاہئیں۔ سکارف یا چادر جو بھی چیز عورت اوڑھے وہ پیچھے سے بھی اتنی لمبی ہو کہ بال وغیرہ چھپ جاتے ہوں۔ اِلَّا مَاظَھَرَ مِنۡھَا یعنی سوائے اس کے جو آپ ہی آپ ظاہر ہو اس کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ’’اِلَّا مَاظَھَرَ مِنۡھَا یعنی سوائے اس کے جو آپ ہی آپ ظاہر ہو۔ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ جو چیز خود بخود ظاہر ہو شریعت نے صرف اس کو جائز رکھا ہے۔ یہ نہیں کہ جس مقام کو کوئی عورت آپ ظاہر کرنا چاہے۔ اس کا ظاہر کرنا اس کے لئے جائز ہو۔ میرے نزدیک آپ ہی آپ ظاہر ہونے والی موٹی چیزیں دو ہیں یعنی قد اور جسم کی حرکات اور چال لیکن عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ عورت کے کام کے لحاظ سے یا مجبوری کے لحاظ سے جو چیز آپ ہی آپ ظاہر ہو وہ پردے میں داخل نہیں۔ چنانچہ اسی اجازت کے ماتحت طبیب عورتوں کی نبض دیکھتا ہے۔ کیونکہ بیماری مجبور کرتی ہے کہ اس چیز کو ظاہر کر دیا جائے۔‘‘

پھر فرمایا کہ: ’’اگر کسی گھرانے کے مشاغل ایسے ہوں کہ عورتوں کو باہر کھیتوں میں یا میدانوں میں کام کرنا پڑے تو اُن کے لئے آنکھوں سے لے کر ناک تک کا حصہ کھلا رکھنا جائز ہوگا۔ اور پردہ ٹوٹا ہوا نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ بغیر اس کے کھولنے کے وہ کام نہیں کر سکتیں۔ اور جو حصہ ضروریات زندگی کے لئے اور ضروریاتِ معیشت کے لئے کھولنا پڑتا ہے اس کا کھولنا پردے کے حکم میں ہی شامل ہے۔ ... لیکن جس عورت کے کام اسے مجبور نہیں کرتے کہ وہ کھلے میدانوں میں نکل کر کام کرے اُس پر اس اجازت کا اطلاق نہ ہوگا۔ غرض اِلَّا مَاظَھَرَ مِنۡھَا کے ماتحت کسی مجبوری کی وجہ سے جتنا حصہ ننگا کرنا پڑے ننگا کیا جا سکتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹)(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ جنوری 2004ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ اپریل 2004ء صفحہ نمبر 9)

’’حیا کے پردے سے بہتر اور کوئی پردہ نہیں‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ حیا کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’۔۔۔حضرت زید بن طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین اور مذہب کا اپنا ایک خاص خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا یہ خُلق حیاء ہے۔ ہر مذہب کی ایک بنیادی روح ہے اور وہ روح اسے دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی روح حیاء ہے اور حیاء نہ رہے تو کچھ بھی نہیں رہتا۔ پس یاد رکھیں کہ حیاء کا جہاں تک تعلق ہے یہ صرف عورت کا زیور نہیں یہ مردوں کا بھی زیور ہے اور مردوں اور عورتوں دونوں میں برابر کی چیز ہے۔ بعض دفعہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حیا کرنا عورت کا کام ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں میں برابر کا خُلق ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیاء کو اسلام کا خُلق قرار نہ دیتے بلکہ خواتین سے متعلق تعلیم کے طور پر اسے پیش کرتے۔ بعض صحابہ میں غیر معمولی حیاء پائی جاتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہر حال میں پسند فرماتے تھے۔

حضرت عثمانؓ سے متعلق آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے صحابہؓ تھے ان سب سے زیادہ حیاء حضرت عثمانؓ میں پائی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر مجلس میں آپ کی پنڈلی سے بھی کپڑا اُٹھ جاتا تھا اور اچانک آپؓ کو معلوم ہوتا تھا کہ میری پنڈلی ننگی ہے تو شرما کر فوری طور پر چادر کھینچ کر اپنی پنڈلی چھُپا لیا کرتے تھے۔ تو حیاء مردوں کا بھی زیور ہے اور عورتوں کا بھی لیکن عورتوں کا ان معنوں میں بھی زیور ہے کہ عورت کے طبعی اور فطری حسن کا حیاء سے تعلق ہے۔ حسن کا دکھاوا اور اس کی نمائش تو منع ہے لیکن حسن تو اللہ کو پسند ہے اور ہر عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ حسین ہو اور حقیقت یہ ہے کہ حسن کا حیاء سے ایک بہت گہرا تعلق ہے۔ جس عورت کی حیاء اُڑنی شروع ہو جائے یاد رکھیں اس کا حسن اُڑنا شروع ہو جاتا ہے وہ پھول جس سے رنگت اُڑ جائے، وہ پھول جس کی خوشبو اس سے باغی ہو جائے، اس پھول کا چہرہ بالکل بے رونق اور بے حقیقت سا دکھائی دینے لگتا ہے۔ پس حسن کا حیاء سے ایک بہت گہرا تعلق ہے خصوصاً عورت کے اندر جو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر حسن کی ادائیں رکھی ہیں یا حسن کی باتیں رکھی ہیں ان میں حیا ایسے ہی ہے جیسے کہ میں نے بیان کیا کہ پھول کی خوشبو اور پھول کی رنگت ہو۔ پس آپ گرد و پیش میں نگاہ ڈال کر دیکھ لیں۔ آپ میں سے ہر ایک کا دل گواہی دے گا کہ وہ عورت جس کی حیا اُٹھتی ہو خواہ دوسرے معنوں میں بے حیا نہ بھی ہو مگر روزمرہ کی بعض باتوں کے نتیجے میں حیا کچھ اُٹھتی جاتی ہے اس کا حسن بھی اسی حد تک اُڑ جاتا ہے اور اُسی حد تک اس میں ایک کشش کم ہوتی جاتی ہے۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مستورات سے خطابات، خطاب 8 ستمبر 1995ء، صفحہ 441-442)

آپؒ نے اس بارہ میں مزید فرمایا:

’’حضرت ابومسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔ بخاری کتاب الادب سے یہ روایت لی گئی ہے کہ سابقہ انبیاء کے حکیمانہ اقوال میں سے جو لوگوں تک پہنچتے رہے ایک یہ ہے کہ جب حیا اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرتا پھرے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اِذۡلَمۡ تَسۡتَحۡیِ فَاصۡنَعۡ مَا شِئۡتَ (بخاری کتاب الادب باب اذ لم تستھی فاصنع ماشئت)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر گناہوں کا ارتکاب بے حیائی کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس پہلو پر انسان بہت کم نظر کرتا ہے کہ ہر گناہ کا آغاز بے حیائی سے ہوتا ہے اور حیا توڑ کر گناہ کرنا پڑتا ہے۔ پہلی دفعہ اگر کوئی بچہ چوری کرے تو چوری سے بھی اس کو حیا آتی ہے، اگر کوئی پہلی بار جھوٹ بولے تو جھوٹ سے بھی اس کو حیا آتی ہے، بدتمیزی کرے اور اگر پہلی بار بالارادہ بدتمیزی کرتا ہے تو لازماً اس کو اس بدتمیزی سے بھی حیا آئے گی۔ پس حیا گناہ کے رستے کی ایک روک ہے اور بے حیائی ہر گناہ کے لئے دروازے کھولتی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ انبیاء جو بہت حکیمانہ کلام کیا کرتے تھے ان کے پُر حکمت کلام کا یہ ایک نمونہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔ اِذۡلَمۡ تَسۡتَحۡیِ فَاصۡنَعۡ مَا شِئۡتَ جب تم میں حیاء ہی باقی نہیں رہی تو پھر جو چاہے کرتا پھر۔ فارسی میں بھی ایک محاورہ ہے جو غالباً اسی انبیاء کے حکیمانہ قول سے لیا گیا ہے۔ ’’بے حیاء باش ہر چہ خواہی کن‘‘ بے حیاء ہو جا بس یہ شرط ہے پھر جو چاہے کرتا پھر، پھر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو یہ پردے کی روح ہے اور پردے کی ہی نہیں ہر عصمت کی روح ہے اور یہ وہ روح ہے جو عورتوں سے خاص نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں سے خاص ہے اس لئے حیاء کی حفاظت کریں اور اپنے بچوں میں بھی حیاء کو قائم کریں۔ حیاء سے مراد صرف مردوں، عورتوں کے تعلقات کی حیاء نہیں ہے۔ حیا فی ذاتہ ایک خُلق ہے جو ہر گناہ کے مقابل پر ایک پردہ ہے۔ پس وہ عورتیں جو معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلامی پردہ کیا ہے؟ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلامی پردہ حیاء ہے۔ اگر آپ اپنی حیاء کی حفاظت کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کے فرشتے آپ کی ہر قسم کی خرابیوں اور گناہوں سے حفاظت کریں گے کیونکہ حیاء کے پردے سے بہتر کوئی اور پردہ نہیں۔ پس اپنے بچوں کو بھی حیاء دار بنائیں، حیا کا مردانگی سے ایک تعلق ہے اور ایک تعلق نہیں بھی ہے۔ حیا سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ نیک کاموں سے انسان حیا کرے یا بہادری کے کاموں سے انسان حیا کرے۔ وہ مواقع جہاں جان دینے کی باتیں ہو رہی ہوں وہاں حیا بے حیائی ہے اور شرم کا مقام ہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ وہاں حیا کا مضمون بالکل اُلٹ جاتا ہے۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مستورات سے خطابات، خطاب 8 ستمبر 1995ء، صفحہ 445)

صحابیات رضی اللہ عنہن کی حیا اور پردہ کے مثالی نمونے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’جہالت کے اندھیروں سے نکل کر جب اسلام کی روشنی حاصل کی تو علم کی روشنی پھیلانے کا منبع ایک عورت بن گئی، پردے وغیرہ کی تمام رعایت کے ساتھ بڑوں بڑوں کو دین کے مسائل سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سرٹیفیکیٹ حاصل کیا کہ دین کا آدھا علم اگر حاصل کرنا ہے تو عائشہ سے حاصل کرو۔ میدانِ جنگ میں اگر مثال قائم کی تو اپنے پردے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے، اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی فوج سے اکیلی اپنے قیدی بھائی کو آزاد کروا کے لے آئی اور تاریخ میں اس عورت کا ذکر حضرت خولہ کے نام سے آتا ہے۔

پھر مدینہ پر جب کفار کا حملہ ہوا تو مرد اگر خندق کھود کر شہر کی اس طرف سے حفاظت کر رہے تھے تو گھروں کی حفاظت عورتوں نے اپنے ذمّہ لے لی اور جب یہودیوں نے جاسوسی کرنے کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ پتہ کرو تا کہ ہم اس طرف سے حملہ کریں اور مدینہ پر قبضہ کر لیں تو مرد تو اس جاسوس کے مقابلے پر نہ آیا لیکن عورت نے اس کو زخمی کرکے، مار کے باندھ دیا اور اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیا۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت عورتیں ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفا کی ایک مثال قائم کر دی۔ پس یہ طا

وقت، یہ جرأت، یہ وفا، یہ علم ان میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی وجہ سے آیا تھا۔''

(بحوالہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر خطاب 19/ نومبر 2006ء)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شرم و حیا کا پیکر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شرم و حیا کا پیکر تھیں۔ آپؓ کے بارے میں حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'' بے شک فاطمہ نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں پاکدامنی کی وجہ سے اور ان کی اولاد کو جنت میں داخل فرمائے گا یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اسکی اولاد پر جہنم حرام کر دی۔''

(مستدرک حاکم۔ طبرانی۔ جمع الجوامع بحوالہ (ازدواج مطہرات وصحابیات انسائیکلو پیڈیا صفحہ 292)

آپؓ پردے کی نہایت پابند تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے پوچھا کہ عورت کی سب سے اچھی صفت کونسی ہے؟ آپؓ نے جواب دیا اپنی نگاہ نیچی رکھے اپنی زینت کو چھپائے۔ کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اُس کو دیکھے۔ حضورؐ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔

(احیاء العلوم امام غزالی)(ماخوذ تاریخ اسلام کی نامور خواتین صفحہ 120)

وفات سے پہلے اسماء بنت عمیسؓ کو بلا کر فرمایا ''میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے اپنے اور میرے شوہر نامدار کے کسی اور سے غسل میں مدد نہ لینا تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔''

(بحوالہ تاریخ اسلام کی نامور خواتین صفحہ 118)

ایک اور واقعہ ملتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے مزاج میں انتہا کی شرم و حیا تھی۔ اس لئے ان کی وصیت کے مطابق جنازہ پر کھجور کی شاخیں باندھ کر اوپر پردہ لگا دیا گیا اور چونکہ تدفین رات کے وقت ہوئی اس لئے بہت کم لوگوں کو شریک ہونے کا موقع ملا۔ حضرت علیؓ نے وصیت کے مطابق رات کو ہی دفن کیا۔

(بحوالہ سیرت حضرت فاطمۃ الزہرہ، لجنہ کراچی)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی حیا

حضرت رقیہؓ خوبرو موزوں اندام تھیں۔ زرقانی میں ہے۔ وہ نہایت خوبصورت تھیں۔ نہ صرف خوبصورت بلکہ خوب سیرت بھی۔ آپ حیاء دار، پاک اور نفیس طبیعت کی مالک تھیں۔ آپ نے عصمت و پرہیز گاری زہد و تقویٰ، نفاست وطہارت، شرم وحیا، حمیت اور غیرت اور دیگر اوصاف کریمہ اور اخلاق عالیہ ورثہ میں پائے تھے۔

(کتب لجنہ کراچی بحوالہ حضرت رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 13)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیا کے بے نظیر واقعات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسلمان خواتین کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کا وہ کام سرانجام دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ مسائل کی سمجھ اور احکام کو یاد رکھنے میں تمام ازواج میں سب سے بہتر تھیں اس بناء پر شوہر کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپؓ کا یہ اصول یہ تھا کہ جب تک وہ واقعہ کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیتی تھیں اس کی روایت نہیں کرتی تھیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تو آپؐ سے اس کو بار بار پوچھ کر تسکین کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم وفضل سے اُن کا لوہا مانتے اور فیض یاب ہوتے نظر آتے ہیں حتیٰ کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ کو کوئی علمی مشکل ایسی پیش نہیں آئی کہ اس کا حل حضرت عائشہؓ کے پاس نہ مل گیا ہو۔

(ترمذی باب مناقب عائشہ)

امہات المومنین اور صحابیات رضی الہ عنھن کی حیا کے لازوال نمونے پیش خدمت ہیں

اسوہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا: پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد سختی سے اس کی پابندی کی۔ کبھی کسی غیر محرم کے سامنے نہیں آئیں۔ ایک مرتبہ ایک نابینا شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؓ نے ان سے پردہ کیا اس نے تعجب کیا اور پوچھا ام المومنینؓ مجھ سے کیا پردہ؟ میں تو نہیں دیکھ سکتا حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم مجھے نہیں دیکھ سکتے میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں اپنے گھر میں ایک پردہ ڈال رکھا تھا جو صحابی کوئی مسئلہ پوچھنے آتا آپؓ پردے کے پیچھے سے اس سے کلام فرماتیں وفات تک یہی طریقہ رہا۔

(بحوالہ ''عائشہ صدیقہ'' لجنہ قادیان صفحہ 19 تا 21)

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے'' حضرت عائشہؓ نے خود بھی جنگوں میں حصہ لیا اور ایک دفعہ ایک جنگ کی کمان کی۔ جنگ جمل میں اپنے اونٹ پر بیٹھ کر سارے لشکر کی کمان کی تھی۔ پردہ کے احکام نازل ہوئے تو حضرت عائشہ نے پردہ کی سختی سے پابندی کی اور پردہ کے احکام کے اندر رہتے ہوئے تمام کام کیے بعض اوقات علوم دین کے تعلق میں کتنے اجتماعات کو خطاب کیا اور صحابہ بکثرت دین سیکھنے کے لئے آپ کے دروازے پر حاضری دیا کرتے تھے۔ پردہ کی پابندی کے ساتھ آپ تمام سائلین کے تشفی بخش جواب دیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ نے اپنے گھر میں ایک پردہ ڈال رکھا تھا۔ جو صحابی مسئلہ پوچھنے آتے آپ پردہ کے پیچھے سے اس سے کلام فرمایا کرتیں۔ وفات تک یہی طریقہ رہا۔''

(بحوالہ ''عائشہ صدیقہ'' لجنہ قادیان صفحہ 20)

آپؓ حیا کا انتہائی اعلیٰ عملی نمونہ پیش کرتی ہیں کہ زندہ اور فوت شدہ سب سے حیا کرتے ہوئے پردہ کرتیں

ایک اور روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ کے پردے کی انتہا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے شہید ہونے کے بعد آپؓ کی اجازت سے آپ کے حجرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دفن ہوئے تو حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر بے پردہ جاتے ہوئے حجاب آتا ہے کیونکہ وہاں عمرؓ دفن ہیں۔ کتنی پابندی کی پردے کی۔ حالانکہ مردے ہزاروں من مٹی کے نیچے پڑے نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں پھر بھی حجاب اور حیا کا یہ عالم تھا۔

(ماخوذ از ازواج مطہراتؓ وصحابیاتؓ انسائیکلوپیڈیا صفحہ 129)

ایک مرتبہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ حاضر ہوئیں، انہوں نے ایک باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باریک دوپٹہ لینے پر ناراض ہوئیں اس دوپٹہ کو پھاڑ دیا اور انہیں اپنا ایک موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا۔

(موطا امام مالک، کتاب اللباس، باب ما یکرہ للنساء، صفحہ 485 حدیث 1739)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ '' جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے موقع پر احرام باندھے ہوئے چلتے تھے تو جب قافلے والے ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنا منہ ڈھانپ لیتی تھیں اور جب قافلے والے گزر جاتے تو منہ کھول دیتی تھیں۔ کتنی پابندی کرتیں تھیں پردہ کی۔''

(حضرت عائشہؓ از رضیہ درد صاحبہ صفحہ 21)

اس بارے میں روایت میں ذکر ملتا ہے کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں۔ جب وہ لوگ ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی جلبابِ (برقع نما بڑی چادر) سر سے نیچے لٹکا لیتی (اس احتیاط سے کہ منہ پر نہ لگے) اور جب وہ لوگ آگے گزر جاتے تو ہٹا دیتی۔

(ابوداؤد کتاب المناسک باب فی المحرمۃ تغطی وجھہا صفحہ 297، حدیث 1833)

حیا کا تقدس برقرار رکھتے ہوئے مسلم خواتین بالخصوص ازواج مطہرات کی حیات طیبہ کے حوالے سے کئی مثالیں ملتی ہیں جن سے علم ہوتا ہے'' کہ اسلام سے پہلے عورتوں کو جنگ میں رنگ وطرب کی محفلیں سجانے اور ناچ گانے کے لئے شریک کیا جاتا تھا۔ تاریخ میں پہلی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا تقدس بحال کرتے ہوئے زخمیوں کی مرہم پٹی، تیمارداری اور نرسنگ کے لئے خواتین کو جنگ میں شریک کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرعہ اندازی کے ذریعہ اپنی ازواج کو شریک سفر کرتے۔ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہؓ اور صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے بھی زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کی خدمات سرانجام دیں۔ حدیبیہ اور سفر فتح مکہ میں حضرت اُمّ سلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔'' (ازواج النبیؐ، تعدد ازواج، صفحہ 18۔19) جس سے علم ہوتا ہے کہ اسلام عورتوں کو زندان کے قیدی کے طور پہ نہیں لیتا بلکہ انکے حقوق کو قائم فرما کر معاشرے کا مفید وجود بھی بنا دیتا ہے۔ اور خواتین کو ہمیشہ یہی حکم دیتا ہے کہ ہر حالت میں اپنے تقدس کا اپنی حیا کی پاسداری کا اہتمام کریں۔ اس طرح پردے کے احکام نازل ہونے سے قبل بھی اگر دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ پردہ اگر نہیں بھی تھا تو بھی حیا کا معیار نہایت عمدہ تھا اور یہ ہمیں اس واقعہ میں نظر آتا ہے۔

''غزوہ بنو مصطلق (جسے غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے) میں حضرت عائشہ کا ہار گم ہوا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ '' اس زمانہ میں سفروں میں عورتوں کو ہودج سمیت اٹھا کر اونٹوں پر رکھ دیا جاتا تھا۔ اس سفر میں فجر کے وقت جب قافلے نے کوچ کرنا تھا اس سے قبل آپؓ قضائے حاجت کے

لئے باہر تشریف لے گئیں۔ واپس آ کر گلے پر جو ہاتھ پھیرا تو آپؓ کا ہار موجود نہیں تھا۔ آپؓ گھبراہٹ میں واپس جا کر ہار تلاش کرنے لگیں اور صبح کی روشنی ہو جانے تک ڈھونڈتی رہیں۔ ہار تو مل گیا لیکن آپ کی واپسی تک قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ آپؓ فرماتی تھیں کہ میں سخت پریشان ہوئی جنگل میں تن تنہا اکیلی وہاں آ کر جو لیٹی ہوں تو آنکھ لگ گئی۔ جو کسی کی با آواز بلند اِنَّا للّٰہ پڑھنے سے کھلی۔ یہ شتر سوار صحابی رسول حضرت صفوانؓ بن معطّل تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق لشکر کے پیچھے حفاظتی نقطۂ نظر سے یہ جائزہ لیتے آ رہے تھے کہ کوئی خطرہ تو نہیں یا قافلے کی کوئی چیز پیچھے تو نہیں رہ گئی۔ اچانک ان کی نظر فرش زمین پر سوئی ہوئی حضرت عائشہؓ پر پڑی تو بے اختیار اُن کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے اِنَّا للّٰہ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ پردے کے احکامات نازل ہونے سے قبل اس صحابیؓ رسول نے مجھے دیکھا ہوا تھا اس لئے پہچان لیا، میں نے فوراً پردہ کر لیا۔ حضرت عائشہؓ کی اپنی گواہی اس صحابی کے بارہ میں یہ ہے کہ: صفوان شریف النفس انسان تھا اس نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی بس اونٹ کو میرے سامنے لا کر بٹھا دیا اور مہار پکڑے رکھی اور میں اونٹ پر سوار ہو گئی۔''

(ازواج النبیؐ، حضرت عائشہؓ، صفحہ 73)

اسی طرح حضرت عائشہؓ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ جنگ صفین میں فوج کو لڑا رہی تھیں تو انکی ہودج کی رسیوں کو کاٹ کر گرا دیا گیا تو ایک خبیث الطبع خارجی نے انکے ہودج کا پردہ اٹھا کر کہا تھا کہ او ہو یہ تو سرخ و سفید رنگ کی عورت ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ وسلم کی بیویوں میں منہ کھلا رکھنے کا طریق رائج ہوتا تو جب حضرت عائشہؓ ہودج میں بیٹھی فوج کو لڑا رہی تھیں۔ اس وقت وہ انہیں دیکھ چکا ہوتا اور اس کے لیے کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اسی طرح بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض طبقات کی عورتوں کے لئے منہ کو جس قدر ہو سکے چھپانے کا ہی حکم ہے قرآن مجید کی ایک آیت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔۔۔ اپنے سر کے رومالوں کو کھینچ کر اپنے سینوں تک لے آیا کریں خمار کسی چادر یا دوپٹے کا نام نہیں بلکہ اس رومال کا نام ہے جو کام کرتے وقت عورتیں سر پر رکھ لیا کرتی ہیں پس اس کے یہ معنی نہیں کہ دوپٹے کی آنچل کو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں کیونکہ خمار کی آنچل نہیں ہوتی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ سر سے رومال کو اتنا نیچا کرو کہ وہ سینے تک آ جائے۔ جس کے معنی ہیں کہ سامنے سے آنے والے آدمی کو منہ نظر نہ آئے۔''

(بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد اول صفحہ 202)

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا کی سیرت کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا بہت حیا دار تھیں۔ شادی کے بعد بھی حضور ﷺ سے شرماتی تھیں۔ شروع شروع میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو آپؓ شرم سے اپنی لڑکی زینب کو گود میں بٹھا لیتی تھیں۔ آپؐ یہ دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر جو حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے رضائی بھائی یا ماں کی طرف سے بھائی تھے، کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور لڑکی کو اپنے پاس لے گئے لیکن بعد میں یہ عادت کم ہوتی گئی اور جس طرح دوسری بیویاں رہتیں آپ بھی رہنے لگیں۔

(ماخوذ از ازواج مطہرات وصحابیات کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ 167)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ سے بے حد محبت تھی۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ سب سے پہلے ام سلمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے کیونکہ وہ ہم میں سب سے بڑی تھیں اور اختتام حضرت عائشہؓ کے حجرے پر کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو دحیہ کلبی کے روپ میں تشریف لائے تھے اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بھی جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

(ماخوذ از سیرت ام سلمٰیؓ ص 10)

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمٰیؓ بیان کرتی ہیں کہ ''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میمونہؓ بھی ساتھ تھیں۔ تو ابن ام مکتومؓ آئے۔ یہ پردہ کے حکم کے نزول سے بعد کی بات ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پردہ کرو۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی پہچان سکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو۔ اور تم اس کو دیکھ نہیں رہیں۔''

(ترمذی کتاب الأدب عن رسول اللہ باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال۔ خدیجہ سیرت صحابیات شمارہ نمبر 2011/1)

دیکھیں کس قدر پابندی ہے پردہ کی کہ غض بصر کا حکم مردوں کو تو ہے، ساتھ ہی عورتوں کے لئے بھی ہے کہ تم نے کسی دوسرے مرد کو بلاوجہ نہیں دیکھنا۔

حضرت ام سلمٰیؓ کی ہجرت مدینہ کے واقعہ میں درج ہے گو اس وقت پردہ کا حکم لازم نہیں ہوا تھا مگر اس واقعہ میں ایک سبق ہے کہ آپؓ نے اپنی حیا اور پردے کے تقدس کو بہرحال قائم رکھا۔ نہ صرف آپؓ بلکہ اس زمانے کے شرفا میں بھی حیا پائی جاتی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو قبیلے والوں نے بچہ دے کر مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپؓ بچہ لے کر مدینہ کی طرف اکیلے ہی روانہ ہوگئیں جب حضرت ام سلمٰیؓ تنعیم کے مقام پر پہنچیں تو حضرت عثمان بن طلحہؓ سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ام سلمٰیؓ اور ان کے خاوند سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ اس نے آپؓ سے پوچھا۔ کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ (باقی اِن شاء اللہ آئندہ)

رپورٹ از فہیم احمد خادم نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن گھانا

رپورٹ نعتیہ محفل

جامعۃ المبشرین گھانا

مؤرخہ 26 جنوری 2021ء بروز منگل جامعۃ المبشرین گھانا میں نعتیہ محفل کا پروگرام منعقد کیا گیا۔ یہ پروگرام مجلس ارشاد کے تحت منعقد کیا گیا۔ پروگرام سے قبل جامعہ کے ہال کو بینرز سے سجایا گیا اور اس کے سٹیج کے عقب کو پردوں سے زینت دی گئی۔

اس پروگرام کے مہمان خصوصی مکرم مولوی مبشر حسین شاہد صاحب وائس پرنسپل جامعۃ المبشرین تھے۔ اس پروگرام کے تمام شاملین نے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اقتباسات پڑھے اور نظمیں پڑھیں۔ تمام حوالہ جات انگریزی زبان میں پیش کئے گئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآنِ کریم سے ہوا جو عزیزم بشیر الدین سونی نے کی جو لائبیریا سے ہیں۔ مالی کے عزیزم ابوبکر مائیگا نے احادیث پڑھیں۔ گھانا کے عزیزم اوبنگ محمد نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے دو اقتباسات پڑھے۔ عزیزم فردوس اسیمانی نے قصیدہ یا عین فیض اللہ مترنم آواز سے سنایا اور انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا، یہ بھی گھانا سے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقتباس عزیزم سورو سعید نے پڑھا جو آئیوری کوسٹ سے ہیں۔ گھانا کے عزیزم ناصر یحیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقتباس پیش کیا۔ نائیجر سے تعلق رکھنے والے عزیزم سینی جیبو نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ کا اقتباس پیش کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ علیہ کا اقتباس عزیزم ابراہیم سیسی نے پیش کیا جو لائبیریا سے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اقتباس عزیزم ابراہیم عبد المالک نے پیش کیا جو گھانا سے ہیں۔ گھانا کے ہی عزیزم اوسئی یوسف نور الدین نے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعتیہ کلام بدرگاہِ ذیشان خیر الانام مترنم آواز سے پڑھا اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا۔ آخر پر مہمانِ خصوصی مکرم وائس پرنسپل صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل بیان کیے اور طلباء کو نصائح کیں۔ اور اختتامی دعا کروائی۔ پروگرام کے بعد اساتذہ اور طلباء کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

مجلس ارشاد کے انچارج استاذ مکرم رضوان کوثر صاحب اور ان کی ٹیم کے لئے دعا کی درخواست ہے جنہوں نے یہ پروگرام منعقد کیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ وتلخیص مدثر ظفر

ایئر بیگ (Air Bag) کی دلچسپ تاریخ

ائیر بیگ ایسا سیفٹی فیچر جو ہم اپنی گاڑی کے لیے بہت ضروری خیال کرتے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ کبھی بھی اس کے استعمال کی نوبت نہ آئے۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کی گاڑی کسی چیز سے ٹکرائے اور ائیر بیگ پھول جائیں۔ گاڑی میں ایئر بیگز کا ہونا یقینا تحفظ کا احساس دلاتا ہے۔ ائیر بیگ اپنی موجودہ حالت میں پہنچے سے پہلے بہت سے تجربات سے گزرے ہیں۔ کئی ایجادات کی طرح ایئر بیگ کا خیال بھی بڑا دلچسپ اور حادثاتی ہے۔ 1952 میں ایک امریکن انڈسٹریئل انجینئر ’’ان ہیڈرک‘‘ اپنی اہلیہ اور سات سالہ بیٹی کے ساتھ 1948 ماڈل کریسلر کار میں جا رہے تھے۔ نیوپورٹ سے تین میل آگے انہوں نے ایک ہرن کو روڈ کراس کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کی توجہ ہرن پر تھی جس کی وجہ سے روڈ پر پڑی چٹان انہیں دور سے نظر نہ آئی۔ ہیڈرک نے پوری طاقت سے بریک لگائی جس کے نتیجے میں گاڑی روڈ سے اتر کے کھائی میں جا گری۔ جیسے ہی گاڑی ٹکرائی ہیڈرک اور ان کی اہلیہ نے اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے اپنے بازوؤں سے اس کے آگے ڈھال بنائی۔ خوش قسمتی سے وہ سب محفوظ رہے، لیکن ہیڈرک مسلسل اس حادثے کے بارے میں سوچتا رہا کہ اس طرح اچانک رکنے کی صورت میں گاڑی میں حفاظت کے لیے کوئی حفاظتی شیلڈ ضرور ہونی چاہیے۔ اس نے ’’safety cushion assembly for automotive vehicles‘‘ کے نام سے مختلف قسم کے اسکیچ بنانے شروع کیے اور ایک حمتی ڈیزائن کو 1952 میں رجسٹر کروانے کی درخواست دے دی۔ ہیڈرک کے بنائے ہوئے ڈیزائن میں کمپریسڈ ہوا سے بھرا ٹینک تہ کیے ہوئے بیگ کے ساتھ منسلک تھا جنہیں ڈرائیور کے لیے اسٹیرنگ ویل میں اور فرنٹ پسنجر کے لیے گلووکمپارٹمنٹ میں اور ڈیش بورڈ کے درمیان میں دیا گیا تھا۔ پچھلے مسافروں کے لیے اگلی دونوں نشست کی پشت پر ایئر بیگ بنائے گئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک سینسر لگایا تھا جو رفتار میں اچانک کمی کو محسوس کر کے خود کار طریقے سے کمپریسڈ ہوا کے ٹینک کا والو کھول دیتا، ایئر بیگ پسنجرز کے سامنے ہوا سے بھر جاتے۔ ہیڈرک کو پیٹنٹ حاصل کرنے میں ایک سال تک انتظار کرنا پڑا۔ بدقسمتی سے اس کے پاس اپنی اس ایجاد پر مزید کام کرنے کے لیے سرمائیہ ہی نہیں تھا۔ چنانچہ ہیڈرک نے بڑی کار کمپنیوں کو اپنے ڈیزائن دکھائے لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف سے کوئی مثبت ردعمل نہیں ملا۔ اسی دوران جرمنی کے ایک موجد والٹر لنڈرر نے ہیڈرک کے امیریکن پیٹنٹ حاصل کرنے کے فقط تین ماہ بعد ہی بالکل اسی طرح کے ڈیزائن کا پیٹنٹ حاصل کرلیا۔ والٹر کے ڈیزائن میں فرق صرف یہ تھا کہ اس میں ایئر بیگ گاڑی کے بمپر سے کوئی چیز ٹکرانے سے کھلتے تھے، نیز ڈرائیور انہیں بوقت ضرورت خود بھی کھول سکتا تھا۔ 1960 کے عشرے میں اس پر مسلسل تحقیق اور تجربات سے یہ بات سامنے آئی کہ لنڈرر کے بنائے ڈیزائن میں ائیر بیگ اتنی جلدی نہیں کھلتے جتنا حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ لنڈرر کا ڈیزائن بھی عملاً ناکارہ قرار دے دیا گیا۔ 1950 کے عشرے میں دو بڑی کارساز کمپنیوں فورڈ اور جنرل موٹرز نے اس سسٹم پر تجربات کیے اور نتیجہ نکالا کہ ٹکر ہونے کے 40 ملی سیکنڈ یا اس سے کم وقت میں اگر کوئی سینسر ٹکراؤ کو سینس کر کے ایئر بیگ نہیں کھولتا تو اس سسٹم کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ لنڈرر اور ہیڈرک دونوں کے ڈیزائن اس معیار پر پورے نہیں اترتے تھے۔

1967 میں ایک میکینکل انجینئر ایلن بریڈ نے تیز سینسر کے ساتھ ائیر بیگز کا نیا سسٹم متعارف کروایا جسے دنیا کا پہلا الیکٹرومکینیکل آٹوموٹو ایئر بیگ سسٹم مانا جاتا ہے۔ ایلن بریڈ نے اپنے اس پیٹنٹ کے جملہ حقوق صرف پانچ ڈالر کے عوض فروخت کر دیے تھے۔ اسی سال مرسڈیز نے اپنی گاڑیوں کے لیے ایئر بیگ بنانا شروع کر دیے۔ ابتداء میں فورڈ اور جنرل موٹرز نے گاڑیوں میں ایئر بیگ لگانے کی مخالفت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہر بار یہ سسٹم کارآمد طریقے سے کام نہیں کرے گا۔ بہرحال اس پر کام ہوتا رہا اور ضروری اصلاحات کی جاتی رہیں۔ 1973 میں جنرل موٹر نے پہلی بار اپنی گاڑی میں ایئر بیگ دیے۔ انہوں نے اپنے بنائے ہوئے اس سسٹم کو air cushion restraint system کا نام دیا۔ 1981 میں جرمنی نے اپنی ہائی اینڈ سیلون گاڑیوں میں دوبارہ ائیر بیگ متعارف کروائے جو ٹکراؤ کی صورت میں ایک سینسر کی مدد سے اکھٹے کام کرتے تھے۔ 1988 میں کریسلر وہ پہلی امریکی کارساز کمپنی بنی جس نے ڈرائیور کے لیے ائیر بیگ اپنی تمام گاڑیوں میں لگائے۔ 1990 میں فورڈ نے بھی اپنی گاڑیوں میں ائیر بیگ بطور standerd equipment کے لگانا شروع کئے۔ 1992 میں گرینڈ شیروک جیب پہلی SUV تھی جس میں ائیر بیگ لگائے گئے۔ ڈاج پہلا پک اپ ٹرک تھا جس میں ائیر بیگ تھے۔ 1999 میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق یہ اعداد و شمار سامنے آئے کہ ٹریفک حادثات میں 4600 قیمتی جانیں ایئر بیگز کی بدولت بچائی گئیں۔ 90 کے عشرے میں یورپئن مین اسٹریم گاڑیاں ائیر بیگ نہیں دیتی تھیں۔ 1991 تک صرف بی ایم ڈبلیو، والوو، ہونڈا اور مرسڈیز کے ٹاپ ماڈل میں ہی ائیر بیگ دیے جاتے تھے لیکن ان کی افادیت کو دیکھتے ہوئے باقی کارساز کمپنیوں نے بھی ایئر بیگ دینا شروع کر دیے۔ پہلے صرف فرنٹ پسنجر کے لیے ہی گاڑیوں میں ایئر بیگ لگائے جاتے تھے لیکن 2000 سے پچھلے پسنجرز اور دروازوں کے اوپر دائیں بائیں حفاظت کی خاطر بھی ایئر بیگ لگائے جانے لگے۔ 2009 میں مرسڈیز نے پسلیوں کے تحفظ کے لیے سیٹ بیلٹ میں بھی تجرباتی طور پر ایئر بیگ متعارف کروائے۔ Volvo V40 میں پہلی بار پیدل چلنے والوں کی حفاظت کے لیے گاڑی کے باہر بھی ایئر بیگ لگائے گئے۔ آجکل موٹرسائیکل میں بھی ایئر بیگ دیے جاتے ہیں لیکن پہلی بار بائیک میں ائیر بیگ ستر کی دہائی میں یوکے ٹرانسپورٹ ریسرچ لبارٹری نے تجربہ کیے۔ پہلا مکمل موٹرسائیکل ایئر بیگ سسٹم ہونڈا نے گولڈ ونگ موٹرسائیکل میں لگایا۔

مرور زمانہ ایئر بیگ سسٹم بہتر سے بہتر ہو رہا ہے۔ جدید نظام میں سیٹ بیلٹ اور ائیر بیگ مل کر کام کرتے ہیں۔ ایسے برق رفتار سینسر ہیں جو گاڑی چلنے کے دوران مسلسل رفتار پر نظر رکھتے ہیں اور ٹکر ہونے کے صرف 20 ملی سیکنڈز کے اندر ائیر بیگ کھل جاتے ہیں۔ اور سیٹ بیلٹ کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔

دنیا بھر میں کار ساز کمپنیوں نے اپنی گاڑیوں میں ایئر بیگ Standard کر دیے ہیں لیکن پاکستان جیسے ممالک میں کافی عرصہ تک گاڑی میں ائیر بیگ ہونا ضرورت نہیں لگژری سمجھا جاتا ہے۔ تین ملین روپے مالیت کی گاڑی میں بھی مقامی وملٹی نیشنل کارساز کمپنیاں ائیر بیگ نہیں دیتیں تھیں۔ سوشل میڈیا پر صارفین کی طرف سے مسلسل تنقید اور مطالبہ کے باعث اب یہ چلن بدل رہا ہے اور 1.5 ملین مالیت تک کی نئی گاڑیوں میں ائیر بیگ آنا شروع ہو گئے ہیں۔

04مارچ2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:23	18:26
مدینہ منورہ	05:24	18:26
قادیان	05:31	18:29
ربوہ	05:11	18:08
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:11	17:49